REGD No. L. 5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

خطبہ نمبر ۳۹

۱۶ صفر ۱۳۷۶ھ

ربوہ

الفضل

فی پرچہ ۱/

جلد ۴۵/۱۰ | ۲۲ تبوک ۱۳۳۵ھ ش ۲۲ ستمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۲۲

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی طرف سے ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر "پاک کشمیر" کے نام نوٹس

"ان کی طرف منسوب کر کے جو خط شائع کیا گیا ہے وہ سراسر جعلی ہے"

لاہور ۲۰ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے اپنے موکل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی طرف سے ایڈیٹر پرنٹر پبلشر "پاک کشمیر" راولپنڈی اور پروپرائٹر کوہستان پریس راولپنڈی کو اس مضمون کا نوٹس دیا ہے کہ "پاک کشمیر" مورخہ ۷ ستمبر میں "آزاد کشمیر میں مرزائیوں کی ناپاک سازش کا انکشاف" کے زیر عنوان جو مکتوب از جانب مرزا ناصر احمد صاحب بنام غلام نبی گلکار شائع ہوا ہے وہ سراسر جعلی ہے اور مخاصمانہ ہونے کے علاوہ ہتک عزت کے مترادف ہے۔ حالانکہ مرزا ناصر احمد صاحب موصوف نے یہ خط ہرگز نہیں لکھا نوٹس میں کہا گیا ہے کہ اگر اخبار مذکور نے متواتر تین اشاعتوں میں بالشرط نمایاں طور پر اس خبر کی تردید شائع نہ کی تو وہ ایک لاکھ روپیہ ہرجانہ کا دعوے کریں گے۔ یا ایسی رقم کا (باقی صفحہ ۲ پر)

ہفت روزہ "چٹان" کا ایک ادارتی نوٹ

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ

اتفاقاً ایک پرچہ "چٹان" کا دفتر نے بھجوایا ہے۔ ممکن ہے انہوں نے خریدا ہو یا کسی دوست نے بھجوایا ہو۔ اس کے صفحہ ۵ پر ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے "الفضل کی خدمت میں" اس میں لکھا ہے کہ بعض قادیانی حضرات نے گمنام خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ جن میں دشنام دہی کا ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو خلیفۃ المسیح اپنے لئے سننے کو تیار نہ ہوں گے۔ گمنام خط خواہ قادیانی بھیجے یا حنفی یا وہابی یا مودودی یا شیعہ یا نیچری یا اہل قرآن برا ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ جب تمہیں کوئی خبر آئے تو خبر لانے والے شخص کے حالات کو دریافت کر لیا کرو اور گمنام خط لکھنے والے کے حالات دریافت نہیں کئے جاسکتے۔ پس ایسا شخص چاہتا ہے کہ مکتوب الیہ قرآن کریم کے حکم کی نافرمانی کرے اور گویا اباحت پھیلاتا ہے۔ پس مجھے "چٹان" کے ایڈیٹر صاحب سے اس بات میں پوری ہمدردی ہے کہ ان کے نام بعض لوگ بغیر اپنا نام ظاہر کرنے کے ایسے خط بھیجتے ہیں۔ جن میں گالیاں ہوتی ہیں حقیقتاً تو اگر ان خطوں میں ایڈیٹر صاحب چٹان کی تعریف بھی ہو۔ تو بوجہ ان خطوں کے گمنام ہونے کے ان کے لکھنے والا خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم ہے اور اسے اپنے گناہ سے توبہ کرنی چاہیئے ورنہ وہ خدا تعالیٰ سے سزا پائے گا۔ مگر مجھے ایک بات پر تعجب ضرور ہے کہ باوجود ان خطوں کے گمنام ہونے کے ایڈیٹر صاحب چٹان کو یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ وہ قادیانیوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض "قادیانیت" کے دشمن لوگوں نے ایڈیٹر صاحب چٹان کو غصہ دلانے کے لئے ایسے گمنام خط لکھے ہوں۔ جب یہ بات ممکن ہے اور جب وہ خط گمنام بھی ہیں تو تقوے کا طریق یہی تھا کہ ایڈیٹر صاحب چٹان ان خطوں کو پھاڑ کر تو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ کہ اے خدا مسلمانوں پر رحم کر خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں کہ وہ ایسی گندی باتوں سے بچا کریں۔ ایک بات ایڈیٹر صاحب چٹان نے ایسی لکھی ہے کہ مجھے اس کی تائید کرنی پڑتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ الفضل نے معاصر نوائے وقت کے ساتھ ہم پر بھی یہ الزام چسپاں کیا ہے کہ ہم کسی کے روپلے سے احمدی منافقین کی مدد کر رہے ہیں یہ لکھ کر وہ لکھتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ میرے نزدیک جب تک کوئی معین ثبوت نہ ہو کسی مقابل کے متعلق ایسی بات لکھنا تقوے کے خلاف ہے۔ ہمارے متعلق ہمیشہ غیر احمدی کہتے رہے ہیں کہ انگریزوں سے روپیہ لے کر انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا ہے۔ اور ہم ہمیشہ اسے برا مناتے رہے ہیں۔ وہی طریقہ اپنے مخالف کے متعلق استعمال کرنا نہایت معیوب اور برا ہے۔ یا تو ایڈیٹر الفضل کے پاس ایسا ثبوت موجود ہو جس کی بنا پر وہ اپنے بیوی بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے حکم کے مطابق قسم کھا کر چٹان پر یہ الزام لگا سکے۔ کہ اس نے کسی سے روپے کھائے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ ہمارا مخالف ہے یا پھر اسے چٹان کے دعوے کو تسلیم کرنا چاہیئے اور مومنوں کی طرح معذرت کرنی چاہیئے۔ کہ ہم نے بعض افواہوں یا قیاسوں کی بنا پر الزام لگا دیا ورنہ ہم اس الزام پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہیں کہہ سکتے

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

قرآن کو اونچا کرنے کے لئے اپنا سر نیچا کر لینا بڑی عزت کی بات ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سچا احمدی وہ ہے جو سچا ہو کر جھوٹا بنے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ سچ بولے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ اگر وہ کوئی ایسی بات کہے جسے وہ سچا سمجھتا تھا۔ مگر قرآن کریم اسے ایسا کہنے کی اجازت نہ دیتا ہو۔ تو فوراً معذرت کرے۔ اور اپنے مخاصم کی بات کو تسلیم کرلے۔ ایڈیٹر صاحب الفضل اس بات سے نہ ڈریں کہ بعض دوسرے لوگ اس سے ان کے سر چڑھ جائیں گے۔ کیونکہ قرآن کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے فرماتا ہے۔ کہ اگر تو ہمارے حکم کے مطابق فروتنی دکھائیگا تو ہم خود تیری طرف سے ہو کر لڑیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب الفضل کی لڑائی سے خدا تعالےٰ کی لڑائی زیادہ سخت ہے

آخر میں مَیں اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایڈیٹر صاحب چٹان نے جہاں ایڈیٹر صاحب الفضل کو نصیحت کی ہے۔ وہاں میرے متعلق بھی لکھا ہے۔ کہ جو باتیں آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ وہ دوسروں کے متعلق مت لکھیئے یا لکھوایئے۔ حالانکہ ایڈیٹر صاحب چٹان نے جس دلیری سے الفضل کے الزام کے مقابلہ میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا ہے اس فقرہ کے متعلق وہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ میں ان سے اس کا مطالبہ کرتا ہوں۔ کیونکہ اس نوٹ کے لکھتے وقت ان کا دل دُکھا ہوا تھا۔ اور ایسی حالت میں بعض دفعہ انسان پورا موازنہ نہیں کرسکتا۔

مرزا محمود احمد ۱۹/۹/۵۶

جامعہ نصرت ربوہ میں داخلہ

تھرڈ ایر کے داخلے کی درخواستیں معہ اسناد کالج آفس میں ۲۲ ستمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ مستحق طالبات کو وظائف اور فیس کی مراعات دی جاتی ہیں۔ انٹرویو ۲۴، ۲۵ ستمبر کو صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک ہوگا۔

جامعہ نصرت آپ کا اپنا کالج ہے۔ اس میں پردے کا نہایت اعلیٰ انتظام ہے۔ سالِ رواں میں دو مزید لیڈی لیکچررز کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ اور ہوسٹل اور کالج کی بلڈنگ میں اضافہ ہوا ہے۔ ہوسٹل کا خرچ اور کالج کی فیس یونیورسٹی کے کالجوں کی نسبت کم ہے۔ فرسٹ ایر کا داخلہ بھی لیٹ فیس کے ساتھ جاری ہے۔ (پرنسپل جامعہ نصرت ربوہ)

پتہ مطلوب ہے:۔ ایک دوست محمد اسماعیل صاحب ولد شیخ محمد خاں صاحب مرحوم مولوی فاضل میٹرک پٹیالہ کا پتہ درکار ہے۔ اگر کسی دوست کو علم ہو تو براہ کرم مجھے اطلاع دیں۔ عبدالحمید خاں کلرک دفتر امور عامہ ربوہ ضلع جھنگ۔

روحِ خلافت

(اختر گوبند پوری)

جہاں میں روحِ خلافت ہے زندگی کی دلیل
بغیر روحِ خلافت بقائے ملّت کیا
حقیقتاً یہی قوت بنائے عالم ہے
وگرنہ دہر میں انسان کی حقیقت کیا

خدا کا حکم بھی فرمودۂ پیمبر بھی
ہے انتہائے تدبّر خلافتِ کامل
وہ لوگ جن کے ہے سینوں میں اختلاف کی آگ
انہیں متاعِ جہاں سے نہ ہوگا کچھ حاصل

یہ ایک سیل ہے تاب و توانِ ہستی کا
کسی سے موجِ خلافت تو رک نہیں سکتی
اٹھیں ہزار تلاطم رکاوٹیں بن کر
مگر یہ زندہ حقیقت تو جھک نہیں سکتی

جو لوگ عزلِ خلیفہ پہ بحث کرتے ہیں
انہیں خبر نہیں ایماں کی کیا حقیقت ہے
وہ آشنا نہیں اسلام کے اصولوں سے
یہ ان کی سرکشی خود ان کی ہی ہزیمت ہے

ضیاء پذیر ہو قصرِ خلافتِ محمود
رہِ حیات کا ہر ذرہ جگمگاتا رہے
سکونِ دولتِ ایماں ملے نگاہوں کو
وفا کا جوش یونہی دل میں مسکراتا رہے

منافقوں کو حقائق کہیں نظر آئیں
دلوں میں اختر روشن نظر اتر آئیں

طالبات جامعہ نصرت کیلئے

تمام طالبات جامعہ نصرت مطلع رہیں۔ کہ کالج تعطیلات کے بعد ۲۳ ستمبر کی بجائے ۲۹ ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے کھلے گا۔ بورڈرز کو ۲۸ ستمبر کی شام تک ہوسٹل میں پہنچ جانا چاہیئے۔

یہ تبدیلی جامعہ نصرت میں تعمیر کا کام مکمل نہ ہونے کی وجہ سے کی جارہی ہے۔ امید ہے کہ ایک ہفتہ تک کام کا کافی حصہ ختم ہو جائے گا۔ (پرنسپل جامعہ نصرت)

درخواست دعا:۔ میرے والد بزرگوار مکرم میاں فضل محمدؐ صاحب ہرسیاں والے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے ہیں۔ دو ماہ سے شدید بیمار ہیں۔ اب حالت زیادہ تشویشناک ہو گئی ہے۔ غذا قریباً بند ہے۔ اور نقاہت بڑھتی جارہی ہے۔ احباب دردِ دل سے انکی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (خاکسار محمدؐ صالح مولوی فاضل واقف زندگی از گولڈ کوسٹ مغربی افریقہ)

خطبہ جمعہ

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانہ کے لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی کا سامان مہیا فرما دیا ہے

موجودہ فتنہ میں حصہ لینے والوں کے لئے صحیح رستہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور مخالف اخبارات کے بیانات کی تردید شائع کراتے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء — بمقام مری

یہ خطبہ صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی از مری

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

سورۂ فاتحہ

قرآن کریم کی ایک ایسی سورۃ ہے۔ جو ہر جگہ پر کام آجاتی ہے۔ یوں تو سارا قرآن ہی ایسا ہے جو نور اور ہدایت سے معمور ہے۔ لیکن سورۂ فاتحہ میں یہ خوبی ہے کہ یہ سات چھوٹی چھوٹی آیتوں کی سورۃ ہے۔ اور قرآن کریم کے تمام مضامین اجمالی طور پر اس کے اندر پائے جاتے ہیں۔

میں ابھی بچہ تھا کہ

میں نے خواب میں دیکھا

کہ مجھے ایک فرشتہ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھائی ہے۔ یہ خواب میں نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے دکیونکہ درحقیقت یہ ماموریں کا کام ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی خوابیں اور الہامات سنائیں) اپنے ساتھیوں کو بھی سکول میں سنا دی۔ اور انہیں کہا کہ مجھے یقین ہے۔ کہ جب بھی میں سورۂ فاتحہ پر غور کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے اس کے نئے نئے مضامین اور معارف سمجھائے گا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ انہی دنوں ہمارے مدرسہ کی ٹیم کا خالصہ کالج امرتسر کی ٹیم کے ساتھ میچ مقرر ہو گیا۔ چنانچہ ہماری ٹیم میچ کھیلنے کے لئے امرتسر گئی۔ میں اگرچہ کھلاڑی تھا مگر اس ٹیم میں شامل نہ تھا۔ تاہم دوست مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب میچ ہوا تو ہماری ٹیم نے سکھوں کے خالصہ کالج کی ٹیم کو بڑی

بُری طرح شکست

دی۔ اس پر مسلمان بڑے خوش ہوئے۔ اور انجمن اسلامیہ امرتسر والوں نے جس کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ شیخ صادق حسن صاحب بھی رہے ہیں کہا کہ ہم اس خوشی میں آپ لوگوں کو ایک پارٹی دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پارٹی ہوئی۔ اور میرے ساتھی مجھے بھی اس میں لے گئے۔ ہم وہاں بیٹھے ہی تھے۔ کہ ان کا ایک عہدیدار میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بعد میں آپ نے تقریر بھی کرنی ہے

میں حیران ہوا

کہ مجھے تو نہ تقریر کی عادت ہے۔ اور نہ اس موقعہ کے لئے میں نے کوئی تیاری کی ہوئی ہے۔ میں بغیر تیاری کے کیا تقریر کروں گا۔ پھر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی نئی بات بیان کی جائے۔ تو وہ اسے پسند کرتے ہیں۔ لیکن اگر پرانی باتیں بیان کی جائیں تو کہتے ہیں ان باتوں کا کیا ہے۔ یہ باتیں تو ہم نے بارہا سنی ہوئی ہیں۔ بہر حال میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ اور میں نے اس وقت سورۂ فاتحہ پڑھی۔ سورۂ فاتحہ کے پڑھتے ہی مجھے خیال آیا کہ ابھی میں اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا۔ کہ فرشتے نے مجھے

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

سکھائی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب بھی میں اس پر غور کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے نئے نئے مضامین سمجھائے گا اب اگر میں نے سورۂ فاتحہ سے کوئی نئی بات بیان نہ کی۔ تو یہ لوگ اعتراض کریں گے۔ کہ ہم نے اس رؤیا کے بعد پہلی دفعہ تقریر میں آپ سے سورۂ فاتحہ سنی۔ اور پھر بھی آپ نے پرانے مضامین ہی دہرائے اس خیال سے میں بڑا گھبرایا۔ مگر معاً اللہ تعالیٰ نے

میرے دل میں ایک نکتہ ڈال دیا

اور میں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ ایک ایسی سورۃ ہے کہ جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے علم غیب کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سورۃ پہلی دفعہ مکہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے جب یہ سورۃ پہلی دفعہ مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت

سارا مکہ مشرک تھا

عیسائی اور یہودی نہ تھا عیسائیوں کے صرف ایک دو غلام تھے جو مکہ میں رہتے تھے۔ اور یہودی تو وہاں کوئی تھا ہی نہیں پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو بیشک یہودیوں کے کچھ قبائل مدینہ میں اور کچھ خیبر میں موجود تھے۔ مگر عرب پر اصل حکومت مشرکوں کی ہی تھی۔ غرض مکہ میں بھی مشرک تھے اور مدینہ میں بھی مشرک تھے۔ مگر دعا یہ سکھلائی گئی۔ کہ یا اللہ تو ہمیں یہودی بننے سے بچائیو۔ حالانکہ

چاہیئے یہ تھا

کہ رب نے پہلے یہ دعا سکھائی جاتی۔ کہ یا اللہ ہمیں مشرک ہونے سے بچائیں یا اللہ ہمیں مکہ والوں کے دین میں داخل ہونے سے بچائیو مگر کہا یہ گیا ہے۔ کہ خدایا ہم مغضوب اور ضال نہ ہو جائیں اور جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے مغضوب سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں حالانکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس وقت مکہ میں صرف چند عیسائی تھے۔ اور وہ بھی نہایت ادنےٰ حالت میں تھے۔ اور مکہ کے لوہاروں کے پاس نوکر تھے۔ باقی سارے مشرک تھے۔ مگر دعا سکھاتے وقت مشرکوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جب مدینہ میں یہ سورۃ دوبارہ نازل ہوئی تو اس وقت بھی مدینہ میں یہود کا کوئی زور نہیں تھا ان کے صرف ایک دو قبیلے موجود تھے۔ مگر زیادہ طاقت مشرکوں کو ہی حاصل تھی بے شک روم میں

عیسائیوں کی حکومت

تھی۔ مگر عرب لوگ روم کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایران کی حکومت بڑی ہے۔ اور پھر وہ بھی مدینہ سے آٹھ سو میل دور تھی۔ غرض مکہ اور مدینہ اور عرب کے دوسرے شہروں میں یہودیوں اور عیسائیوں کا کوئی زور نہیں تھا سارا زور مشرکوں کو حاصل تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کہا تم

دُعا یہ کرو

کہ ہم عیسائی نہ ہو جائیں۔ جن کے مکہ میں صرف ایک دو غلام تھے۔ اور دعا یہ کرو کہ ہم یہودی نہ ہو جائیں۔

حالانکہ مدینہ میں اگرچہ کچھ یہود موجود تھے۔ مگر وہ مشرکوں کے تابع تھے۔ خود ان کو کوئی طاقت حاصل نہیں تھی۔ غرض جن کو طاقت حاصل تھی۔ اور جن کا ملک تھا۔ ان کا تو کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کے فتنہ سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے۔

یہ سوال تھا

جو میں نے اپنی تقریر میں اٹھایا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔ اور میں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے دنیا میں قائم رہنا تھا۔ لیکن مکہ کا مذہب اس وقت تباہ ہو جانے والا تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم مکہ والوں کی پرواہ نہ کرو۔ تم یہ دعا کرو۔ کہ ہم یہودی اور عیسائی نہ ہو جائیں۔ کیونکہ انہوں نے قائم رہنا ہے۔

میری اس تقریر کا ان لوگوں پر بڑا اثر ہؤا۔ اور بعد میں بھی وہ میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس آئے۔ غرض سورہ فاتحہ اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعا اپنے اندر بڑی بھاری برکات رکھتی ہے۔ اور جو شخص بھی التزام کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم نہیں رہتا۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ ایک غیر احمدی مولوی جو ہوشیارپور کا رہنے والا تھا۔ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ مرزا صاحب کی صداقت کا آپ قرآن سے کوئی ثبوت پیش کریں۔ حدیث میں نہیں مانتا۔ صرف قرآن کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے آپ قرآن سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت کریں۔ میں نے کہا۔ اگر میں کوئی آیت پیش کروں گا۔ تو ممکن ہے۔ اس سے آپ کی تسلی نہ ہو۔ اس لئے آپ خود قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ دیں۔ میں اسی سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت کر دوں گا۔ اس سے پہلے وہ یہ سوال اٹھا چکا تھا۔ کہ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کی کیا ضرورت ہے۔ جب میں نے کہا کہ آپ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ دیں۔ میں اسی سے ثابت کر دوں گا۔ کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔ تو اس نے سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع کی یہ آیت پڑھ دی۔ کہ ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین۔ یخدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللّٰہ مرضًا ولھم عذابٌ الیمٌ بما کانوا یکذبون۔ اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم ایمان لائے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو منہ سے تو کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک وہ مومن نہیں ہوتے۔ وہ اپنے دعویٰ کے ذریعہ مومنوں کو اور اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے دھوکے کا نتیجہ ان کی اپنی جانوں کو ملتا ہے۔ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کی اپنی باتوں کی وجہ سے ان کی مرض کو بڑھا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی تدبیر کرے گا۔ کہ ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

دوسری طرف قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں قوم پر عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔ اب بتایئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔ کہ بسا اوقات لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لا رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مرض کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر ان کو عذاب دینے کے لئے رسول مبعوث کرتا ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیں۔ کہ تیس سیپاروں میں سے آپ نے یہ آیت چنی تھی۔ اور اس نیت سے چنی تھی۔ کہ مرزا صاحب سچے ثابت نہ ہوں۔ لیکن یہی آیت آپ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس پر وہ سخت حیران ہؤا اور کہنے لگا۔ کہ بے شک اس آیت سے تو میرا اعتراض حل ہو جاتا ہے۔

غرض سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم والی دعا بڑی جامع دعا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ورنہ ہدایت کا میسر آنا ان کے لئے کوئی مشکل نہ رہے۔

قادیان میں ایک دفعہ

ایک ہندو میرے پاس آیا

اور کہنے لگا کہ مجھے میرے آقا نے آپ کے پاس بھجوایا ہے۔ اور دریافت کیا ہے۔ کہ کیا نور ملنے کا بھی کوئی طریق ہے؟ پہلے تو اس نے یہ نہ بتایا۔ کہ کون اس کا آقا ہے۔ اور وہ کہاں رہتا ہے۔ اور بات کو چھپانا چاہا۔ مگر جب میں نے جرح کی۔ تو کہنے لگا۔ کہ وہ بڑے ٹھیکے دار ہیں۔ ان کے پاس عمارتوں اور نہروں کا ٹھیکہ ہوتا ہے۔ اور ہندوستان میں ان کا ایک بڑا بھاری کارخانہ بھی ہے۔ آخر بہت سی باتوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ

سردار بلدیو سنگھ صاحب

جو ہندوستان کے ڈیفنس منسٹر رہے ہیں۔ ان کے والد نے اسے بھجوایا تھا۔ ٹاٹا نگر کے پاس ان کا بڑا بھاری کارخانہ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ تو سکھ ہیں۔ اور تم ہندو ہو۔ تمہارا ان کے ساتھ کیسے تعلق ہؤا۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ میں اور وہ بچپن میں اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ میری بڑی دوستی ہے۔ اب انہوں نے اس دوستی کی وجہ سے ایک دفتر کا مجھے انچارج بنایا ہؤا ہے۔ اور

مذہبی خیالات کا تبادلہ

مجھ سے کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ تم مرزا صاحب سے جاکر پوچھو۔ کہ کیا نور ملنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ میں نے کہا۔ یہ ہماری تو اصطلاح نہیں۔ سکھوں کا ایک محاورہ ہے۔ جو ان میں رائج ہے۔ مگر بہرحال ہم جس چیز کو ہدایت کہتے ہیں۔ وہ اس کا نام نور رکھتے ہیں۔ اور

ہدایت ملنے کا راستہ

میں بتانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر چونکہ اس نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا۔ کہ وہ بڑے مالدار ہیں۔ اور کروڑ پتی ہیں۔ اس لئے میں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ گو میں عیسائی نہیں۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بزرگی کا قائل ہوں۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا آسان ہے۔ لیکن دولت مند کا

خدا کی بادشاہت

میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اب خواہ میں عیسائی نہیں۔ مگر پھر بھی میرے مسلمہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ چکے ہیں کہ دولت مند کو ہدایت ملنی ناممکن ہے۔ اس لئے گو میں تمہیں نور حاصل کرنے کا راستہ بتا دوں گا۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ نور کو قبول نہیں کریں گے۔ کہنے لگا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ نور مل بھی جائے۔ اور پھر بھی انسان اس کو چھوڑ دے۔ میں نے کہا۔ حضرت مسیحؑ نے ایسا ہی کہا ہے۔ اس لئے

میں سمجھتا ہوں

کہ انہوں نے نور دیکھنے کے باوجود نور کو قبول کرنے کی کوشش نہیں کرنی خیر باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ مجھے تو خود مسلمان بھی کافر کہتے ہیں۔ پھر تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔ کہنے لگا میرا آقا کہتا تھا۔ کہ ہم مسلمان پیروں کے پاس بھی گئے ہیں۔ ہندوؤں کے پاس بھی گئے ہیں۔ اور سکھوں کے پاس بھی گئے ہیں۔ مگر ہمیں کہیں نور نہیں ملا۔ اب چلو ان کے پاس بھی جاکر دیکھ لیں۔ میں نے کہا میں نور دکھانے کا ذمہ وار ہوں۔ مگر مسیح کی بات پوری ہو کر رہنی ہے۔ کہ تم نے اسے ماننا نہیں۔ کہنے لگا۔ یہ تو

عجیب بات ہے

کہ نور مل بھی جائے۔ اور پھر بھی انسان اسے قبول نہ کرے۔ میں نے کہا۔ ایک خدا رسیدہ انسان نے ایسا کہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ بالکل درست ہے۔ اس نے کہا۔ آپ ہمیں نور ملنے کا راستہ بتائیں۔ وہ اسے ضرور قبول کریں گے۔ اس پر میں نے اسے یہی

اھدنا الصراط المستقیم والی دعا

لکھوا کر دے دی۔ اور میں نے کہا۔ کہ تم اس کے معنے پہلے اچھی طرح سمجھ لو۔ اس میں یہ نہیں لکھا۔ کہ الٰہی میں مسلمان ہو جاؤں۔ اگر یہ دعا سکھائی جاتی۔ تو تم کہہ سکتے تھے۔ کہ میں تو ہندو ہوں۔ میں مسلمان ہونے کی دعا کس طرح مانگ سکتا ہوں۔ تمہارا آقا کہہ سکتا تھا۔ کہ میں تو سکھ ہوں۔ میں مسلمان ہونے کی دعا کس طرح مانگ سکتا ہوں۔ اگر میں یہ دعا کروں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ پہلے اپنے مذہب کی سچائی پر شک کروں۔ اور میں اس کے لئے تیار نہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ میرا مذہب ہی سچا ہے۔ مجھے کسی اور مذہب کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اگر اس میں مسلمان ہونے کی دعا سکھلائی جاتی۔ تو تمہیں اس پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ لیکن اس میں

دعا یہ سکھائی گئی ہے

الٰہی مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور سیدھے راستہ کی دعا ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور ہر شخص اس کا محتاج ہوتا ہے۔ تمہارے آقا کو سکھ ہونے کے

باوجود ضرورت ہے کہ اسے سیدھا راستہ نظر آئے اور تمہیں ہدایت ہونے کے باوجود ضرورت ہے کہ تمہیں سیدھا راستہ نظر آئے۔ پس یہ دعا ایک بڑی جامع دعا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بڑا زبردست ثبوت ہے کیونکہ اس میں یہ دعا نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی ہمیں اسلام کا راستہ دکھا۔ بلکہ یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ میں ہی سیدھے راستہ پر ہوں اور جب کوئی سیدھے راستہ کی دعا مانگے گا۔ تو ضرور اللہ تعالے اسے میرے پاس بھیجے گا۔

غرض میں نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو بلایا اور اسے کہا کہ چونکہ

یہ عربی نہیں جانتے

اس لئے اس دعا کا ترجمہ انہیں پنجابی میں لکھ کر دے دو چنانچہ انہیں اس کا پنجابی ترجمہ لکھ کر دے دیا گیا۔ اور میں نے کہا کہ روزانہ سوتے وقت آپ لوگ یہ دعا پڑھا کریں۔ مگر جس وقت یہ دعا کریں اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالے سے یہ عہد کریں کہ اے خدا تو ہمیں کبھی ہدایت دکھائے ہم اسے قبول کر لیں گے۔ اگر اس دعا کے کرتے وقت آپ نے دل میں یہ فیصلہ نہ کیا کہ خدا جو بھی ہدایت دے گا ہم اسے قبول کرینگے تو اللہ تعالے آپ کو نور نہیں دکھائیگا کیونکہ اللہ تعالے مداری نہیں۔ وہ فضول کھیلیں نہیں دکھایا کرتا۔ ہاں اگر آپ کے دل کی کمزوری کی وجہ سے بعد میں آپ سے کچھ غلطی ہو جائے تو اور بات ہے۔ چور چوری سے توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالے اسے قبول کر لیتا ہے۔ حالانکہ دوسرے دن وہ توبہ توڑ کے پھر چوری کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اگر نفس میں کوئی کمزوری ہوئی تو اللہ تعالے اس کی پرواہ نہیں کرے گا۔ وہ صرف یہ دیکھے گا کہ اس وقت آپ کی نیت یہ ہے کہ اس کی ہر ہدایت کو قبول کریں گے۔ اس پر وہ چلا گیا۔ پندرہ بیس ۲۰ دن کے بعد اس کی چٹھی آئی کہ آپ کی بات سچی ہو گئی خدا تعالے کا نور میرے آقا کو نظر آ گیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی آپ کی یہ

دوسری بات بھی سچی ہو گئی

کہ ان سے مانا نہیں جائے گا۔ اب نور تو نظر آ گیا ہے مگر انہیں اس کو قبول کرنے کی ہمت نہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے اسے اسلام کی صداقت کے متعلق کوئی اشارہ کر دیا ہوگا مگر پھر اس نے سوچا ہوگا کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو میرے بیٹے کی وزارت بھی جائے گی۔ اور میرا کارخانہ بھی تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے اسلام قبول کرنے کا کیا فائدہ؟

غرض اللہ تعالے نے ہر قوم اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس دعا میں

ہدائت اور راہنمائی کا سامان

رکھا ہوا ہے مگر افسوس ہے کہ لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں مثلاً

موجودہ فتنہ میں

بھی یہ راستہ کھلا تھا۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے اس میں حصہ لیا ہے وہ اللہ تعالے سے دعائیں کرتے کہ الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ان دنوں جماعت سے بُعد اختیار کیا ہے ان میں سے صرف ایک شخص ایسا ہے۔ جس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے باقی کسی نے بھی صحیح طریق اختیار نہیں کیا۔ اس نے پہلے توبہ کی مگر جب اسے کہا گیا کہ تمہاری توبہ کا کیا اعتبار ہے۔ تو اس نے جھٹ ایک مخالف اخبار کے بیان کی تردید لکھ کر اسے بھجوا دی کہ مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا گیا اور میرے بیوی بچے بھی میری تحویل میں ہیں اور پھر اس کی ایک نقل الفضل میں بھی بھجوا دی اور لکھا کہ میں

احمدیت پر قائم ہوں

یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ مجھ سے میرے بیوی بچے چھین لئے گئے ہیں۔ مگر باقیوں کو یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ بھی طریق اختیار کرتے انہوں نے صرف معافی کی چٹھیاں لکھ دیں مگر جب ان سے کہا گیا کہ مخالف اخباروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے تم اس کی بھی تردید کرو تو انہوں نے یہ بہانہ بنا لیا کہ وہ کوئی ہمارے اختیار میں ہیں کہ ہم تردید لکھیں اور وہ اسے شائع کر دیں۔ حالانکہ اگر وہ اخبار ان کے اختیار میں نہیں تھے۔ تو الفضل تو ان کے اختیار میں تھا۔ وہ ان اخباروں کو بھی تردید بھجوا دیتے اور الفضل کو بھی اس کی نقل بھیج دیتے۔ اگر ان میں سے کسی کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ وہ خلافت کا امیدوار ہے۔ تو وہ لکھتا کہ

ایک خلیفہ کی موجودگی میں

میں خلافت کے امیدوار پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اور اس کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے بالکل خلاف سمجھتا ہوں اور جن لوگوں نے میرے متعلق کہا ہے کہ یہ خلافت کے مستحق ہیں۔ میں ان کو اپنا دوست نہیں سمجھتا۔ میں ان کو اپنا دشمن اور خبیث سمجھتا ہوں اسی طرح اور باتیں جو سلسلہ کے خلاف لکھی ہیں ان کی تردید کرتے اور اگر دوسرے اخبار نہ چھاپتے تو الفضل میں بھجواتے اور اگر الفضل نہ چھاپتا تو میرے پاس شکایت کرتے کہ اب ہمارے لئے کونسا راستہ کھلا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ ڈیڑھ ہفتہ سے لے کر دو مہینہ تک وقت گذر چکا ہے۔ انہوں نے یہ صحیح طریقہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ صرف مجھے معافی کے خط لکھ دیتے ہیں تاکہ سلسلہ کے دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی قائم رہے۔ اور میں بھی خوش ہو جاؤں۔ کوئی عقلمند اس طریقے کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

صحیح طریق وہی تھا

جو صالح نور نے اختیار کیا۔ ہم نے اسے ابھی تک معاف نہیں کیا مگر اس نے راستہ سیدھا اختیار کیا ہے۔ اور اگر اس طریق پر وہ چلتا رہا تو کسی نہ کسی دن اس کی توبہ بھی قبول ہو جائے گی لیکن دوسرے لوگوں کی طرف سے صرف معافی نامے آتے رہتے ہیں اور معافی کا جو صحیح طریق ہے اس کو وہ اختیار نہیں کرتے قریباً ہر شخص جو اس فتنہ میں ملوث ہے اس کی طرف سے مجھے معافی کے خطوط آچکے ہیں۔ مگر

سوال یہ ہے

کہ کیا وہ مخالف اخباروں کو نہیں پڑھتے اگر پڑھتے ہیں تو ان کو چاہیئے تھا کہ وہ ان اخبار والوں کو لکھتے کہ ہم ان عقیدوں میں تمہارے ساتھ متفق نہیں اور اگر وہ اخبار ان کے اعلانات کو نہ چھاپتے۔ تو ہمیں لکھتے کہ ہم نے ان اخباروں کو تردیدیں لکھ کر بھجوائی تھیں مگر انہوں نے شائع نہیں کیں۔ اب "الفضل" میں ہماری طرف سے یہ تردیدیں شائع کرا دی جائیں اگر وہ ایسا کرتے تو ہمیں ان کی بات پر اعتبار آتا اور ہم سمجھتے کہ انہوں نے درست قدم اٹھایا ہے۔ مگر اخبارات کی تردید نہ کرنا اور ہمیں معافی کی چٹھیاں لکھتے چلے جانا

بالکل غلط طریق ہے

اگر وہ دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ اخبارات میں ان کے متعلق جھوٹ لکھا گیا ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ ان اخبار والوں کی تردید کریں جیسا کہ خادم صاحب نے ابھی پچھلے دنوں کیا۔ انہوں نے لکھا کہ ایک دن

حاجی اللہ دتا صاحب

جو گجرات کے رئیس ہیں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے

کہ انہوں نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ آجکل اخبارات میں آپ کی جماعت کے کسی اندرونی انتشار کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا یہ ان اخبارات کا پرانا شیوہ ہے اور ہمیشہ ہمارے خلاف جھوٹی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں اتنے میں ایک شخص اخبار "سفینہ" ہاتھ میں لے کر کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں مجھے بھی مخالفوں میں شامل کیا ہوا تھا۔ میں نے حاجی صاحب کو پرچہ دیا اور کہا کہ دیکھئے اس میں یہ لکھا ہے آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ بتائیے کیا میں خلیفۃ المسیح کے موافقوں میں ہوں یا مخالفوں میں۔ انہوں نے کہا نہیں آپ تو بڑے مخلص ہیں۔ میں نے کہا اب آپ ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جس طرح میرے متعلق "سفینہ" نے یہ جھوٹ بولا ہے اسی طرح اوروں کے متعلق کیوں نہیں بول سکتا۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اس کی تردید لکھ کر مجھے بھجوا دی جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر دوسرے اخبارات ان لوگوں کی جن پر شک کیا جا رہا ہے۔ تردیدیں شائع نہ کرتے تو کم از کم اخبار "الفضل" میں تو وہ چھپوا سکتے تھے اور

اخبار الفضل

ہر احمدی جماعت میں جاتا ہے۔ اگر وہ واقعہ میں میری بیعت میں شامل ہیں اور اس بیعت پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو پچاس دفعہ بھی اگر ان کو مخالف اخبارات کی تردیدیں لکھ کر بھجوانی پڑیں تو بھجوائیں۔ اور اگر وہ شائع نہ کرے تو الفضل کو بھجوائیں۔ اگر الفضل شائع نہ کرے تو پھر بے شک میرے پاس شکایت کی جائے مگر وہ یہ طریق اختیار نہیں کرتے اور پھر معافی کے خطوط لکھنا کافی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی طرف سے پہلے

مخالف اخبار کے بیانات

کی تردید ہونی ضروری ہے۔ اگر وہ یہ طریق اختیار کرتے اور دوسرے اخباروں کو تردیدیں بھجوا دیتے۔ اور اگر وہ شائع نہ کرتے تو الفضل کو بھجوا دیتے تو یہ بالکل سیدھا راستہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ سیدھا راستہ اختیار نہیں کیا اور صرف اتنا کافی سمجھ لیا کہ ہم نے معافی کے خطوط لکھ دیئے ہیں۔ حالانکہ معافی کے وہ خطوط جو میرے پاس آئے ہیں ان سے غیر احمدیوں کو حقیقت حال کس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ ابھی ایک شخص کی طرف سے مجھے معافی کا پیغام آیا۔ تو میں نے اس کے جواب میں اسے کہلا بھیجا کہ تم پہلے فلاں فلاں بات کی تردید کرو۔ اس کے بعد تمہاری معافی پر غور کیا جائے گا۔ تمہارے

بعض دوستوں نے

ایک مجلس میں کہا تھا کہ میری کسی بیوی کے خطوط اس کے پاس موجود ہیں جن میں اس نے میرا کچا چٹھا لکھا ہے۔ اس کے بعد "سفینہ" میں بھی یہی مضمون آیا کہ ہمارے پاس ان کی ایک بیوی کے خطوط موجود ہیں۔ جن میں اس نے ان کی کرتوتیں ایک سہیلی کو لکھی ہیں۔ میں نے کہا تمہارے دوستوں کے اس بیان اور "سفینہ" کے اس بیان کے بعد اگر میں تمہارے پیغاموں یا خطوں پر تم کو معاف کر دوں۔ تو تھوڑے دنوں کے بعد تم اور تمہارے دوست ساری دنیا میں یہ پراپیگنڈا کرتے پھریں گے کہ آخر کوئی بات تھی تبھی ڈر گئے۔ پس اب تو

معافی کا سوال اس وقت پیدا ہو گا

جب ایسے خطوط شائع ہو جائیں گے اور میں جواب دے دوں گا اور ساری دنیا کو میرے جواب کا علم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے معافی دے کر الٹا الزام لینے سے مجھے کیا فائدہ ہے۔

بہر حال سورہ فاتحہ میں

اللہ تعالیٰ نے یہی راہنمائی کی ہے

کہ تم مغضوب اور ضال یعنی یہودیوں اور عیسائیوں والا طریق اختیار نہ کرو۔ ان کا بھی یہی طریق تھا کہ وہ بغیر سوچے سمجھے ایک راہ کو اختیار کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بن جاتے۔ اگر یہ لوگ سیدھی طرح صداقت اختیار کر لیں تو نہ کوئی سزا رہتی ہے اور نہ جماعت سے اخراج کا کوئی سوال رہتا ہے۔ اگر ایک شخص الفضل والوں کو اپنے دستخطوں کے ساتھ یہ لکھ کر بھجوا دیتا ہے کہ میرے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ میں خلافت کا امیدوار ہوں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ایک خلیفہ کی موجودگی میں میں خلافت کے امیدوار پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اور اگر کوئی دوست میری نسبت ایسے خیال کا اظہار کرتا ہے کہ خلیفہ کی موجودگی میں یا اس کے بعد یہ شخص خلافت کا مستحق ہے تو میں اس کو بھی لعنتی سمجھتا ہوں اسی طرح

جو پیغامی یہ کہتے ہیں

کہ جماعت مبائعین حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ہتک کرتی ہے۔ میں ان کو بھی جھوٹا سمجھتا ہوں۔ گذشتہ بتیس سال میں میں دیکھ چکا ہوں کہ پیغامی جماعت حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ہتک کرتی رہی ہے۔ اور مبائعین ان کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ تو اس کے بعد وہ ہر احمدی سے کہہ سکتے تھے کہ

اب ہم اور کیا طریق اختیار کریں

پھر اگر میرے پاس ان کی منافقت کی کوئی اور دلیل ہوتی تو میں اسے شائع کر دیتا ورنہ میں بھی سمجھ لیتا اور جماعت بھی اس نتیجہ پر پہنچ جاتی کہ اب یہ لوگ صفائی کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے ہیں۔ مگر اب تو ہم ہی ان پر الزام قائم کر رہے ہیں اور وہ اس کی تردید کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہیں اگر واقعہ میں وہ ایسے نہ ہوتے جیسا کہ ہماری طرف سے کہا جاتا ہے تو کیوں نہ وہ باہر کے اخبارات میں یا الفضل میں یا باہر کے اخبارات کی اور اپنے نام نہاد دوستوں اور پیغامیوں کی تردید کرتے۔ اگر وہ تردیدیں شائع کرا دیتے تو بارِ ثبوت ہم پر آپڑتا۔ مگر ادھر غیر احمدی اخباروں میں یہ چھپتے چلے جانا کہ اتنے بڑے آدمی کی اولاد موجودہ خلیفہ کے مقابلہ میں کھڑی ہے اور ادھر ان کا ہمیں لکھتے چلے جانا کہ ہمیں معاف کر دیا جائے

صاف بتاتا ہے

کہ وہ دوہری خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر وہ غیر احمدیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور ادھر ہمیں خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ صحیح طریق وہی تھا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی اور ثبوت نہ ملتا تو ان کی برأت ہو جاتی۔ اور اگر کوئی اور ثبوت ملتا۔ تو اس کی تردید کا انہیں پھر موقع مل جاتا۔

وہ مجھے تو بیمار اور بڈھا کہنے کیلئے دلیر ہیں لیکن اپنے دماغوں کا علاج نہیں کرتے۔ اگر ان کے اپنے دماغ صحیح اور طاقت ور ہیں تو وجہ کیا ہے کہ انہیں سیدھا رستہ نظر نہیں آتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات برس کا لڑکا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔

جس کے معنے یہ ہیں

کہ سات برس کا بچہ بھی اس دعا کو سمجھ سکتا ہے مگر یہ لوگ قریباً پچاس پچاس سال کے ہو گئے ہیں اور اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکے اور ساتھ ساتھ میرے متعلق کہتے چلے جاتے ہیں کہ یہ بڈھا ہو گیا ہے اور اس کی عقل ماری گئی ہے۔ اگر تمہاری عقل سلامت ہے تو تم کیوں وہ راہ اختیار نہیں کر سکے جو بالکل صاف اور سیدھی تھی۔ اور جس پر چل کر تم دین اور دنیا میں نجات حاصل کر سکتے تھے تمہارا اس راہ کو اختیار نہ کرنا بتاتا ہے کہ تمہاری معافی کی درخواستیں بھی اپنے اندر منافقانہ رنگ رکھتی ہیں۔ ورنہ تمہارا کام تھا کہ تم فوراً الزامات کی

صحیح طریقے پر تردید

کر دیتے۔ مگر یہ طریق ان میں سے کسی کو نہیں سوجھا۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے دل صاف نہیں۔ غیر احمدی اور پیغامی اخبارات ان کے کندھوں پر بندوقیں رکھ کر ہماری طرف چلا رہے ہیں۔ لیکن ان کو ان کی تردید کی توفیق نہیں ملتی۔ صرف دو سطر کا معافی کا خط لکھنا آتا ہے۔

ادائیگی زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی ہے اور تزکیہ نفوس کرتی ہے۔

درخواست دعا

خاکسار کی لڑکی عرصہ سے مختلف عوارض سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ کبھی آرام بھی آ جاتا ہے مگر جلد ہی کوئی نئی بیماری نمودار ہو کر مصیبت میں گرفتار کر دیتی ہے۔ براہ کرم بچی کی صحت کاملہ کیلئے احباب جماعت دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

محمد شریف کالی ریڈر الفضل ربوہ

غیر مبائعین کی سازشوں کے متعلق ایک اور شہادت

اخبار "پیغام صلح" نے اپنی یکم اگست ۵۶ء کی اشاعت میں نہایت طمطراق سے لکھا ہے:۔

"ایسی ناپاک سازشیں خلیفہ صاحب ہی کی جماعت میں چلتی ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے بزرگوں کا دامن بحمد للہ ان باتوں سے بالکل پاک ہے۔"

اس ضمن میں خاکسار اپنا ایک چشم دید واقعہ درج ذیل کرتا ہے۔ جس سے یہ عیاں ہو جائے گا کہ ناپاک سازشیں "کن لوگوں کے ہاں چل رہی ہیں اور" جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے بزرگوں کا دامن "کہاں تک" ان باتوں سے ...... پاک ہے"۔

۱۹۳۸ء میں خاکسار کوتوالی لاہور میں بسلسلہ ملازمت متعین تھا۔ ان دنوں مکرم خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کوتوال تھے جبکہ ان کا تعلق غیر مبائعین سے تھا۔ ایک روز بوقت شام مکرم میاں صاحب موصوف نے مجھے فرمایا کہ جناب مولوی محمد علی صاحب (مرحوم) امیر غیر مبائعین منگرول تشریف لے جا رہے ہیں انکو ریلوے اسٹیشن پہ الوداع کہہ آئیں۔ چنانچہ خاکسار ان کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پہ پہنچا۔ اس وقت جناب مولوی محمد علی صاحب بمع ایک دو اور آدمیوں کے گاڑی پہ پہنچ چکے تھے۔ اور اپنا سامان گاڑی میں ترتیب دے رہے تھے کہ محترم خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے ان سے علیک سلیک کیا۔ بغیر کسی اور بات کے امیر غیر مبائعین نے مکرم میاں صاحب سے مباہلہ والوں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اس گفتگو میں جناب مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ذکر نہایت نازیبا طریق سے کرتے رہے۔ ان کی زبان پہ اکثر تمسخر اور استہزا کا رنگ غالب تھا۔ گاڑی چونکہ چھوٹنے والی تھی اور جناب مولوی صاحب کی گفتگو طوالت پکڑ رہی تھی۔ اس لئے مولوی صاحب نے اپنی سیٹ سے جلدی سے اٹھ کر اوپر کی سیٹ سے اپنے سوٹ کیس کو جلد جلد کھولا۔ اور اس میں سے اخبار مباہلہ کے تازہ پرچے (ایک یا چند مجھے اچھی طرح یاد نہیں) مکرم خان بہادر صاحب کو دئیے اور کچھ پرچے ان کے سوٹ کیس میں پڑے ہوئے تھے۔ جس سے میں نے خیال کیا کہ یہ پرچے دیگر مقامات پہ تقسیم کرنے کی غرض سے ہمراہ لے جا رہے ہیں۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر و باہر ہے کہ نہ صرف آجکل ہی بلکہ ہمیشہ سے غیر مبائعین کا یہ وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ وہ ہر اس فتنہ کا ساتھ دیتے ہیں جو خلافت احمدیہ کے مٹانے کا دعویٰ لے کر اٹھتا ہے۔ تمام غیر مبائعین تو ایک طرف رہے خود ان کے جناب امیر بھی ایسی ناپاک سازشوں میں برابر شریک رہے ہیں جس کا کسی قدر اندازہ مندرجہ بالا واقعہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کیا اس صورت حال کی موجودگی میں اہل پیغام کے ترجمان "پیغام صلح" کا یہ رقم کرنا دیانتداری کے منافی نہیں ہے کہ

"ایسی ناپاک سازشیں خلیفہ صاحب ہی کی جماعت میں چلتی ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے بزرگوں کا دامن بحمد اللہ ان باتوں سے بالکل پاک ہے۔"

خاکسار سید محمد مسعود پروپرائٹر ہومیو پیتھک سٹور ربوہ

درخواست دعا

مکرم احمد بادی صاحب ملایا کے ایک نہایت مخلص۔ دین کے لئے بڑا جوش اور اخلاص رکھنے والے بڑے مستقل مزاج تبلیغ اسلام کرنے والے مخلص احمدی ہیں۔ آجکل سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہیں اور بیمار بھی ہیں۔ تمام احمدی احباب کرام کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ اور مالی اور دیگر مشکلات دور فرمائے نیز ان کے اہل و عیال کی دینی و دنیاوی بہبودی کے لئے بھی دعا کی جائے۔

غلام حسین ایاز مبلغ سنگاپور ملایا حال ربوہ

ولادت

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۹/۵۶ کو پہلا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ نومولود کی صحت والی لمبی عمر اور دین کا قابل رشک سچا خادم بننے کی دعا فرمائیں۔

عبدالغفور سابق کلرک تھصار حافظ سوڈا واٹر فیکٹری

[illegible]

اوقات موسم گرما دی یونائیٹڈ ٹرانسپورٹس سرگودھا

نمبر سروس	پہلی سروس	دوسری سروس	تیسری سروس	چوتھی سروس	پانچویں سروس	چھٹی سروس	ساتویں سروس	آٹھویں سروس	نویں سروس	دسویں سروس
از سرگودھا برائے لاہور	۳½	۴½	۵½	۶½	۷½	۸¾	۱۰	۱۱½	۱۳	۱۴½
از لاہور برائے سرگودھا	۳½	۵	۶½	۸	۹½	۱۰½	۱۲	۱۳½	۱۵	۱۶
از گوجرانوالہ برائے سرگودھا	۵¾	۱۰½	۱۵½							
از سرگودھا برائے گوجرانوالہ	۵¾	۱۰½	۱۵½							

نوٹ:۔ لاہور سرگودھا کے درمیان پانچ گھنٹے اور سرگودھا گوجرانوالہ کے درمیان سوا چار گھنٹے کا سفر ہے۔ (جنرل مینیجر)

(بقیہ صفحہ اوّل)

جو ان تمام اخبارات پر بہ حصہ رسدی تقسیم کی جائیگی جنہوں نے یہ خبر شائع کی ہے نوٹس میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ چونکہ ایسی خبریں ملک و قوم اور عوامی اخلاق پر برا اثر ڈالتی ہیں اور ایسے رجحانات کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں کہ جو بالآخر مملکت کی تباہی پر منتج ہو سکتے ہیں۔ اسلئے ایسے رجحانات کو مؤثر طور پر دبانا نہایت ضروری ہے۔ نوٹس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اقدام اس قانونی چارہ جوئی کے علاوہ ہوگا جو جعلی دستاویز کی بنا پر عمل میں ...

... آسکتی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ اسی مضمون کا نوٹس کوہستان راولپنڈی، کوہستان لاہور، تسنیم لاہور اور نوائے پاکستان لاہور کے پرنٹرز و پبلشرز کے نام بھی جاری کیا گیا ہے۔

معذرت

الفضل کے ۷ ستمبر کے اداریہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ الفضل نے بعض اخبارات پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے روپیہ لے کر جماعت احمدیہ کے خلاف لکھا ہے ہم نے اس امر کی تصریح الفضل ۱۱ ستمبر کے صفحہ ۸ پر کر دی تھی۔ مگر چٹان کے ایک اداریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط فہمی دور نہیں ہوئی بہر حال چونکہ غلط فہمی ہوئی ہے ہم یہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں کہ معذرت کریں لہٰذا ہم تمام متعلقہ اخبارات سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اور خلوصِ دل سے معذرت خواہ ہیں۔ (ایڈیٹر)